رئیس احمد جعفری

تاثرات

قومی یک جہتی

پاکستان اسلامی ممالک میں سب سے بڑا ملک ہے۔ مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان میں ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے۔ لیکن اس فاصلہ کو اسلام کی قوتِ جاذبہ نے ختم کر دیا ہے۔ اس ملک میں غالب ترین آبادی مسلمانوں کی ہے۔ ان مسلمانوں میں ہر مکتبِ فکر کے لوگ موجود ہیں۔ بہت سے فرقے اور گروہ ہیں۔ یہ فرقے اور گروہ آپس میں مختلف الخیال ہیں۔ یہ اختلاف فکر و نظر میں بھی ہے۔ عقیدے اور دینی تصورات میں بھی ہے۔ صدیوں سے یہ اختلاف چلا آ رہا ہے۔ اور شاید قیامت تک قائم رہے گا۔ اس ملک کی قومی زبانیں دو ہیں، اردو اور بنگالی۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی بولیاں ہیں جو مختلف خطوں میں بولی جاتی ہیں۔ کئی زبانیں ہیں جنھیں علاقائی حیثیت حاصل ہے۔ ان کی ترقی اور فروغ کے لیے وہ تمام وسائل بروئے کار لائے جاتے ہیں جو امکان میں ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ فرقوں، گروہوں، طائفوں اور جماعتوں کی یہ رنگا رنگی مسلمانوں کی قومیت پر تو اثر انداز نہیں ہوتی؟ اگر ہوتی ہے تو وہ کون سے وسائل ہیں جنھیں بروئے کار لا کر اس اثر اندازی کو ختم کیا جا سکتا ہے؟

کوئی ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس میں قومی یک جہتی موجود نہ ہو۔ تحزب طائفیت، اور اختلاف فکر و نظر اپنی جگہ، لیکن کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو ایک قوم کو قوم کی حیثیت سے باقی رکھتی ہیں اور وہ چیزیں اگر موجود نہ ہوں تو قوم کی سالمیت مجروح ہوتی ہے، اور قومی

یک جہتی کا یہ فقدان بالآخر قوم کی سالمیت اور انفرادیت کو ضعیف اور کمزور کر دیتا ہے۔

پاکستان کو بھی قومی یک جہتی کی نعمت سے بہرہ ور ہونا چاہیے۔ جب تک یہ نعمت حاصل نہ ہو گی اس وقت تک نہ ملک ترقی کر سکتا ہے۔ نہ قوم عروج اور فروغ کی منزلیں طے کر سکتی ہے۔

قومی یک جہتی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ گروہوں کا وجود باقی نہ رہے۔ اس طرح کی یک جہتی موت ہے زندگی نہیں۔ اسے صرف قبرستان ہی میں پایا اور دیکھا جا سکتا ہے۔

قومی یک جہتی کے قیام و دوام کے لیے چند چیزیں لازمی اور ناگزیر ہیں:

۱۔ جائز حدود کے اندر آزادیٔ فکر و عمل۔

۲۔ ایک مضبوط حکومت کا قیام جس کے عوام پشت پناہ ہوں۔

۳۔ جمہوری اقدار کا تحفظ اور ان کے حفظ و بقا کی سعی و کوشش۔

۴۔ تحمل، بردباری، اور رواداری، یعنی دیانتِ فکر کا حق صرف اپنے لیے مخصوص نہ کر لیا جائے، پوری فراخ دلی کے ساتھ یہ حق دوسروں کو بھی دیا جائے۔ دیانتِ فکر کسی ایک فرد یا جماعت کی میراث نہیں ہے۔ یہ ہر شخص کا حق ہے۔ یہ ہر جماعت کی میراث ہے۔ ہماری رائے خواہ کتنے ہی اخلاص پر مبنی کیوں نہ ہو غلط بھی ہو سکتی ہے۔ اور دوسرے کی رائے خواہ ہم سے کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہو صحیح بھی ہو سکتی ہے۔ اگر ہم اپنی غلطی تسلیم کر لیں اور دوسرے کو بر سرِ صواب مان لیں تو کتنے فتنے ختم ہو سکتے ہیں اور آن کی آن میں ایسی فضا پیدا ہو سکتی ہے جو انقلاب آفرین ہو گی۔

۵۔ ہم اپنی رائے پر قائم رہ کر، اپنی جماعت سے وابستہ رہ کر، دوسروں کی رائے تسلیم نہ کرنے کے باوجود ان کا احترام کر سکتے ہیں۔ ان کو مخلص تسلیم کر سکتے ہیں۔ یہ مان سکتے ہیں کہ انھوں نے جو کچھ سوچا سمجھا اور کہا، وہ اگر غلط ہے تو بھی اخلاص، سچائی، اور دیانت پر مبنی ہے۔

۶۔ اختلافِ فکر و نظر کی بنیاد پر کفر کے فتوے دینا، معاشرتی مقاطعہ کرنا، سب و شتم سے کام لینا، اور زبان بندی کی کوشش کرنا، قومی یک جہتی کے راستے میں سب سے بڑی

رکاوٹ ہے۔ یہ آج جتنی بھی تلخیاں نظر آرہی ہیں وہ سب اسی ذہنیت کا کرشمہ ہیں۔ یہ رکاوٹ اگر دور ہو جائے تو قومی یک جہتی ایک حقیقت بن سکتی ہے۔

یورپ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ وہاں بھی فرقے ہیں۔ جماعتیں ہیں۔ تحریکیں ہیں۔ گروہ ہیں۔ لیکن ان کی یہ رنگا رنگی ان کی قومی یک جہتی کے راستے میں حائل نہیں ہے۔ وہ اپنے اختلاف پر نازاں ہیں۔ لیکن اپنی قومی یک جہتی پر اس سے زیادہ نازاں ہیں۔ ان کے باہمی اختلافات ان کی قومی یک جہتی کو کمزور نہیں ہونے دیتے بلکہ اسے اور زیادہ محکم اور مستحکم کر دیتے ہیں۔

۷۔ قومی یک جہتی کے لیے ایک اور چیز بھی بہت ضروری اور ناگزیر ہے

اور وہ چیز ہے منزل مقصود کا تعین۔ جب تک منزل مقصود متعین نہ ہو جائے اس وقت تک قومی یک جہتی کا تصور ایک خواب بے تعبیر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

ایک ملک کو، یا ایک قوم کو آگے بڑھنے سے پہلے یہ طے کر لینا چاہیے کہ اس کا نظامِ حیات کیا ہوگا؟ ترقی یافتہ ممالک پر ایک نظر ڈالیے۔ ماننا پڑے گا ان کی ترقی اور عروج کا راز اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ انھوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی اور پھر پوری قومی یک جہتی کے ساتھ اس کی طرف گامزن ہو گئے۔ روس، برطانیہ، امریکہ، جاپان، چین وغیرہ کی تاریخ ماضی قریب پر ایک نظر ڈالیے تو اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ ان کی یہ ترقیاں رہینِ منت ہیں اس امر کی کہ انھوں نے منزل مقصود منتخب کر لی، اور اس کے بعد پوری یک سوئی اور تن دہی کے ساتھ اقدام و عمل کی منزلیں طے کرنے لگے۔

آج یہ سوال ہمارے سامنے بھی ہے۔

اور ہمیں اس سوال کو بہر حال حل کرنا ہے۔ جب تک اسے حل نہیں کر لیا جاتا اس وقت تک صحیح معنوں میں نہ قومی یک جہتی پیدا ہو سکتی ہے نہ ترقی اور عروج کی طرف گام فرسائی کی جا سکتی ہے۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ منزل مقصود کا تعین بجائے خود قومی یک جہتی کا

ضامن ہے۔ اس سے خود بخود وہ عناصر ابھر آتے ہیں جو ساری قوم کو ایک رشتے میں منسلک کر دیتے ہیں۔

پاکستان کے اربابِ حل و عقد اور اصحابِ اقتدار و اختیار کو اس طرف اپنی توجہ جلد مبذول کرنی چاہیے۔ پاکستان کے قیام کو ۱۶-۱۷ سال کی مدّت گزر چکی ہے۔ لیکن اب تک واضح اور غیر مبہم طور پر ہم اپنی منزل مقصود کا تعین نہیں کر سکے ہیں۔ یہ کام جس قدر جلد انجام پا جائے گا اتنی ہی تیزی اور سرعت سے قومی یک جہتی کی منزل قریب آ جائے گی۔

فھل من مدّکر ؟